حالی کی ایک غیر مدوّن تحریر

(ترجمہ و شرح منتخب بوستان پر ریویو)

ڈاکٹر عطاء الرحمٰن میو

Dr.Ata-ur-Rehman Meo

Associate Professor, Department of Urdu,
Lahore Garrison University, Lahore.

ڈاکٹر محمد اعجاز تبسم

Dr. M. Ijaz Tabassam

Assistant Professor, Department of Urdu,
Lahore Garrison University, Lahore.

Abstract:

Shams-ul-Ulama Khwaja Altaf Hussain Haali was a great writer as well as great person too.He has written some books like "Hayat-e-Javed", "Yaadgar-e-Ghalib", Hayat-e-Sadi","Muqadma-e-Shair-o-Shaairi",Deewan-e-Haali"and "Madd-o-Jazar-e-Islam". His style has an aim.He presents his essays in detail.Neither his text is short nor long. His text is Charming,simple and with proofs.he tries to present his imagination and truths of life so he never waist his time. So Rasheed Ahmad Siddiqui named his style as a "standard style".

الطاف حسین حالؔی اردو کے عناصر خمسہ میں اہم مقام رکھتے ہیں۔شاعر، نقاد، سوانح نگار کی حیثیت سے ان کی خدمات تاریخ ادب اردو کا روشن باب ہیں۔مجلس ترقی ادب نے کلیات نثر حالی دو جلدوں میں مرتب کر کے شائع کر دیا تھا۔اس کے باوجود ان کی بیشتر تحریریں غیر مرتب صورت میں رسائل و جرائد میں موجود ہیں جو ابھی تک قارئین کے سامنے نہیں آئیں۔انھی غیر مدون تحریروں میں سے ایک نایاب تحریر ''ترجمہ و شرح منتخب بوستان'' پر لکھی گئی تقریظ ہے، جو رسالہ انجمن قصور میں رسالہ انجمن قصور، جلد ۸، شمارہ ۱۱، نومبر ۱۹۸۱ء صفحات ۳۔۴ پر شائع ہوئی۔واضح رہے کہ رسالہ انجمن قصور اپنے

عہد کا نامور رسالہ تھا، جسے غالبؔ کے مشہور شاگرد سیف الحق ادیب مرتب کرتے تھے اور اس میں مولوی محمد حسین آزاد، سیف الحق ادیب، میر نثار علی شہرت، مرزا فتح محمد بیگ، الطاف حسین حالی اور دیگر نامور ادیبوں کی تحریریں شائع ہوتی تھیں اور یہ رسالہ ملک کے طول وعرض میں علمی وادبی حوالے سے اپنی پہچان رکھتا تھا۔ محمد حسین آزاد کے نیرنگ خیال میں شامل نو مضامین پہلے رسالہ قصور میں شائع ہوئے، بعد میں وہ کتابی صورت (نیرنگ خیال) میں مدون ہوئے۔

میرزا اشرف نے فارسی اور دیگر زبانوں سے کئی کتابوں کے اردو میں تراجم کیے تاکہ طلبا واساتذہ تدریسی حوالے سے ان سے مستفید ہوسکیں۔ انھی میں سے ایک کتاب شیخ سعدی کی شہرۂ آفاق تصنیف ''بوستان'' کا اردو میں ترجمہ ہے جسے انھوں نے ریویو کے لیے مولانا الطاف حسین حالی کو بھیجا اور حالی نے اس پر ایک مدلل اور جامع تقریظ لکھی اور ترجمے کی تحسین کی۔

مولوی میرزا اشرف بیگ اشرفؔ دہلوی کے چھوٹے بھائی منشی میرزا بیگ بیدلؔ، ملازم سرشتۂ تعلیم پنجاب کی مرتبہ کتاب مطبع یوسفی دلی میں چھپی۔ کتاب میں مترجم نے نہ صرف ترجمہ کرنے اور شرح لکھنے میں مغربی طرزِ تعلیم کا نمونہ دکھایا ہے بل کہ تفصیل معانی کی مصلحت سے ترجمہ کا اصل کے مقابل ہونا بھی اس کی طرز پر تجویز کیا ہے اور املا میں بھی اس کی اصلاحوں اور قاعدوں کو ملحوظ رکھا ہے، جن کو پنجاب کے سررشتۂ تعلیم نے پڑھنے پڑھانے والوں کی سہولت اور صحتِ تلفظ کے لیے کتابوں میں رواج دے رکھا ہے۔(۱)

اس کاوش کو معاصر جرائد(۱)(ب) نے نہ صرف سراہا بل کہ اس پر تقریظیں بھی لکھی گئیں، جو کتاب کی افادیت پر دال ہیں۔ انجمن قصور(۲) کے ''رسالہ''(۳) میں الطاف حسین(۴) حالیؔ کی مذکورہ کتاب پر تقریظ شائع ہوئی، جسے ''رسالہ'' کے مدیر محمد سیف الحق ادیب(۵) کے کلمات نے عمدہ قرار دیا اور ''ترجمہ وشرح منتخب بوستاں'' حالیؔ کا ریویو شائع کیا، جو یہ ہے:

> ''یہ مفید شرح اور ترجمہ ابھی مطبع سے نکل کر شائع ہوا ہے۔ بوستان کا جس قدر حصہ پنجاب کے مڈل سکولوں کی پہلی جماعت کو پڑھایا جاتا ہے۔ مترجم موصوف نے اس کی شرح اور ترجمہ اور حل ترکیب کو کمال حسنِ سلیقہ اور محنت اور جانفشانی سے اس کتاب میں لکھا ہے۔ جس سے نہ صرف طلبہ اور کم استعداد مدرّسوں کو بل کہ فارسی کے بالیاقت معلّموں کو بھی مدد پہنچنے کی امید ہے۔ ایک صفحہ پر بوستان کے فارسی شعر لکھے ہیں اور اس کے مقابل کے صفحہ پر بہت عمدہ سلیس اور فصیح اور بامحاورہ اردو میں ان شعروں کا ترجمہ لکھا ہے اور حاشیہ پر لغات کی تحقیق اور مشکل جملوں کی ترکیبیں لکھی

ہیں۔

انگریزی طریقۂ تعلیم شائع ہونے سے پہلے ہمارے ملک کے لایق اور ذی علم استادوں شاگردوں کو فارسی، عربی کتابوں کا ترجمہ ایسے نامربوط لفظوں اور غیر مانوس ترکیبوں میں بتاتے تھے کہ کتاب کا مطلب یا تو طالب علموں کی سمجھ ہی میں نہیں آتا تھا یا اکثر غلط معنی اور غلط مطلب ان کے ذہن نشین ہوجاتا تھا۔ اگرچہ یہ قباحت موجودہ طریقہ تعلیم میں پہلے کی نسبت بہت کم ہوگئی ہے لیکن پھر بھیکسی نہ کسی قدر پائی جاتی ہے۔

اس کے علاوہ سعدی شیرازی جوایشیا میں اول درجہ کا شاعر اور بلیغ اور نکتہ سنج مانا گیا ہے اور اس کے کلام کی خوبی اور لطافت صرف اعلیٰ درجے کے اہلِ مذاق ہی سمجھ سکتے ہیں۔ بدقسمتی سے اس کی کتابیں ہمیشہ بچوں ہی کی تعلیم میں مستعمل رہی ہیں اور جیسا کہ اس ملک کا رواج ہے اطفال کی تعلیم کے لیے ہمیشہ کم استعداد اور بے سود میاں جی کافی سمجھے گئے ہیں۔ پس خیال کرنا چاہیے کہ اس زمانہ سے جب کہ یہ کتابیں ہندی نژاد استادوں کے ہاتھ میں پڑیں آج تک ایسے عالی رتبہ شاعر کے پاکیزہ اور لطیف مضامین کی کیسی مٹی خراب ہوئی ہوگی اور ترجموں کی غلطیاں کہاں کہاں پہنچی ہوں گی۔ ایسی حالت میں یہ ایک نہایت ضروری بات تھی کہ کوئی لائق اور بامذاق آدمی شیخ کی کتابوں کا حل کرنے اور بامحاورہ ترجمہ بتانے میں معلموں کی رہنمائی کرتا۔

جہاں تک میں نے اس کتاب کو دیکھا ہے میرے نزدیک اس میں ترجمہ ایسا عمدہ اور مطلب خیز کیا گیا ہے کہ غالباً اس سے بہتر نہیں ہوسکتا۔ لغات اور محاورات کی تحقیق اور ترکیبوں کا حل بھی نہایت کوشش سے کیا گیا ہے۔ شعروں کا مطلب بھی میری رائے میں بہت صحیح اور درست لکھا ہے۔ اگرچہ چند شعروں کے معنی کسی قدر میری رائے کے خلاف ہیں لیکن بوستان کی شروح کے موافق ہین۔ امید ہے کہ پنجاب کے فارسی مدرّسوں کو تعلیم میں اس کتاب سے کافی مدد ملے گی اور چونکہ مترجم ممدوح نے مدل سکول کی تمام

پڑھائی کوحل کرنے کاارادہ کیاہے۔اس لیے پنجاب کے تمام
مدرّسوں کوان کاشکرگزار ہونا چاہیے۔
بوستان کا یہ ترجمہ علاوہ مڈل سکولوں کے تمام کلکتہ یونیورسٹی کی
انٹرینس کلاسز کوبھی مدد پہنچائے گا۔‘‘

الطاف حسین حالی کے نزدیک میرزا اشرف بیگ کا ترجمہ درج ذیل خوبیوں کا حامل ہے۔

۱۔ترجمہ آسان اور رواں ہے۔
۲۔سلیس فصیح اور بامحاورہ ہے۔
۳۔اشعار کا ترجمہ انتہائی سہل ہے۔
۴۔ترجمے میں مرکبات اور تراکیب کاالتزام ہے۔
۵۔ترجمہ کرتے وقت حواشی کا بھی اہتمام کیا گیاہے۔
۶۔میرزا اشرف بیگ کا یہ ترجمہ دیگر تراجم کے مقابلے میں بدرجہا بہتر ہے۔

درج بالا تقریظ اس بات کی عکاس ہے کہ نصابی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ترجمے کی اہمیت ہر دور میں مسلم رہی ہے۔۱۹۳۷ء میں فارسی کی بجائے اردو زبان کو عدالتی زبان قرار دینے کی بناپر اردو زبان کی اہمیت بڑھ گئی اسی لیے دیگر زبانوں کی کتابوں کا اردو میں ترجمہ کیا گیا تا کہ نا صرف نصابی ضرورت پوری ہو سکے بلکہ اردو زبان کی ترویج کو فروغ دیا جا سکے۔ یہ ترجمہ شیخ سعدیؒ کی تعلیمات اوراخلاقی اقدار کو سمجھنے کی ایک عمدہ کاوش ہے۔الطاف حسین حالی نے اس کاوش کو تعلیمی، اخلاقی اورنصابی حوالے سے نا صرف سراہا ہے بلکہ اسے اردو ادب کا اثاثہ قرار دیا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ رسالہ انجمن قصور، جلد ۸، شمارہ ۱۱، نومبر ۱۹۸۱ء، مدیر، مولوی محمد سیف الحق ادیب، ص ا

۱۔ (ب) اخبار سفیر ہند امرتسر، ۱۸۸۰ء۔ اخبار رفیق ہند لاہور، ۱۸۸۴ء، اخبار عام لاہور، ۱۸۸۷ء، اکمل الاخبار دہلی، ۱۸۷۷ء، نصرت الاخبار دہلی، ۱۸۷۸ء، اخبار کوہ نور لاہور، ۱۸۷۸ء، اخبار پنجابی لاہور، ۱۸۷۸ء، اخبار انجمن پنجاب لاہور، ۱۸۷۸ء

۲۔ ڈپٹی قادر بخش خاں اور منشی غلام نبی خاں کی سرپرستی میں جولائی ۱۸۷۳ء میں مدرسہ بریندرتھ کا قیام عمل میں آیا۔جنوری ۱۸۷۴ء میں اس کی اطمینان بخش کارکردگی کو دیکھتے ہوئے اس کی تعلیمی کوششوں میں توسیع کی گئی اوراسی کے پلیٹ فارم سے ۶۔جولائی ۱۸۷۴ء کو ’’انجمن مفیدِ عام قصور‘‘ کا قیام عمل میں آیا اوراس کے اغراض ومقاصد طے کیے گئے۔راقم الحروف، انجمن مفیدِ عام قصور۔اسلام آباد نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۹۷ء، ص ۱۴

۳۔ انجمن قصور نے اپنے قیام کے اغراض ومقاصد کی ترجمانی اور تشہیر کے لیے ایک علمی وادبی مجلّے ’’رسالہ‘‘ کا اگست ۱۸۷۴ء میں اجرا کیا۔اس کے اغراض ومقاصد یہ تھے:

۱۔ دیسی زبانوں کو فروغ دینا

۲۔ علومِ قدیم وجدید کی اشاعت

۳۔صنعت وحرفت کی تعلیم کا فروغ

۴۔اخلاقی مضامین کے ذریعے مذموم رسومات کے خاتمے کی سعی کرنا

۵۔ زراعت کے فروغ کے لیے حکومتی توجہ مبذول کروانا

بہ حوالہ(انجمن مفید عام قصور کی علمی وادبی خدمات، عطاء الرحمٰن میو، اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۹۷ء،ص۱۱۲)

۴۔ شمس العلما خواجہ الطاف حسین حالؔی ۱۸۳۷ء میں پانی پت میں پیدا ہوئے۔۱۷سال کی عمر میں پانی پت سے ۱۸۵۴ء میں دہلی آ گئے۔۸ سال تک نواب مصطفیٰ خاں شیفتؔہ کے ہاں قیام رہا۔ لاہور میں رہتے ہوئے انگریز شعرا، ادبا اور دانش وروں کے جدید رجحانات سے روشناس ہوئے۔لاہور کے چیفس کالج میں بھی ۸ ماہ تک استاد رہے۔لاہور میں ۴ سال قیام کے بعد دلی واپس چلے گئے۔ ۷۷ سال کی عمر میں یکم جنوری ۱۹۱۵ء کو انتقال ہوا۔

بہ حوالہ ولی مظہر،عظمتوں کے نشاں،جلد دوم۔ملتان، ۱۹۸۸ء،ص ۱۷۰۔۱۷۲

۵۔ مولوی محمد سیف الحق ادیب ۱۸۴۶ء میں دلی میں پیدا ہوئے۔دلی کے علما کی خدمت میں رہ کر علومِ متعارضہ حاصل کیے۔نہایت ذہین اور ذکی الفہم تھے۔شاعری میں غالبؔ سے اصلاح لی۔عدالت منصفی دہلی بہ عہدہ نائب ناظر ملازم ہوئے لیکن نوکری چھوڑ کر ''میوگزٹ'' جاری کیا۔اس کی بندش پر مختلف پرچوں اور رسالوں میں مضمون لکھے۔۱۸۷۴ء میں انجمن مفیدِ عام قصور (ضلع لاہور) میں سکتری کا عہدہ قبول کیا اور انجمن کے ماہ وار مجلّے ''رسالہ'' کی ادارت بھی سنبھالی۔''کوہِ نور'' اخبار کے ایڈیٹر بھی رہے۔محرّم علی چشتی کے اخبار ''رفیقِ ہند'' کے جواب میں ایک ماہانہ رسالہ ''شفیقِ ہند'' بھی نکالا، جس کے ساتھ دو ضمیمے ''نسیمِ صبح'' اور ''شامِ وصال'' بھی چھپتے تھے۔ یہاں سے جی اچاٹ ہوا تو حیدرآباد دکن میں ساڑھے چار سو روپے ماہانہ پر پریس رپورٹر مقرر ہو گئے۔داغؔ دہلوی ۱۸۸۸ء میں پہلی مرتبہ حیدرآباد گئے تو ادیبؔ کے ہاں قیام کیا۔۴۵ برس کی عمر میں کثرتِ شراب نوشی کی علّت میں ۵ ستمبر ۱۸۹۱ء/۳۱ صفر ۱۳۰۹ھ کو دہلی میں انتقال کیا۔۔۔ادیبؔ بہت اچھے خوش نویس تھے۔فنِ تاریخ گوئی میں مہارت تھی۔مزاج میں ظرافت تھی۔دہلی میں مناظموں کا سلسلہ شروع کیا۔عبدالغفور نساخ کے تذکرے ''سخنِ شعرا'' پر حواشی لکھے۔ادیبؔ کا کلام دلی کے روزمرہ اور محاورے کی جان ہے۔معاملہ بندی اور بے ساختگی ان کا طرۂ امتیاز ہے۔نمونۂ کلام ملاحظہ ہو۔

یوں ہوا ستم سے، ترے سودائی کا
آپ ہی شوق ہے گویا تجھے رسوائی کا

....

جس کو مارا، وہ اُف نہیں کرتا
ہاتھ ہلکا ہے میرے قاتل کا

....

لے جاؤ میرے سینے سے ناوک نکال کر
پر دل نہ نکل آئے کہیں، دیکھ بھال کے

بہ حوالہ (تلامذۂ غالب، مالک رام، کراچی، ادارۂ یادگارِ غالبؔ، ۲۰۰۸ء، ص ۵۳۔۵۶)

☆......☆......☆